

ڈاکٹر نصیر احمد اسد، پی ایچ ڈی اردو، یونیورسٹی آف سرگودھا

ڈاکٹر محمد انصر جاوید گھمن، پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ گفٹ یونیورسٹی گوجرانوالہ

ڈاکٹر عبدالمنان چیمہ، پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا

Dr. Naseer Ahmed, Asad, PhD Urdu, University of Sargodha.

Dr. M Ansar Javed Ghuman, PhD Uloom e Islamia, Gift University, Gujranwala.

Dr. Abdul Manan Cheema, Phd Uloom e Islamia, University of Sargodha.

امین حزیں سیالکوٹی - اقبالؒ کا ایک معنوی شاگرد

AMIN HAZIN SIALKOTI - A SPIRITUAL STUDENT OF IQBAL

Abstract:

Amin Hazin Sialkoti was born in Sialkot. He was contemporary poet of Allama Iqbal. He got opportunity to learn from a great teacher Molvi Mir Hassan. He was spiritual student of Allama Iqbal. He was expert in the art of poetry. His poetry had been published in many literary magazines of subcontinent. He had mostly presented moral, national and patriotic topics in his poetry. Like Iqbal, his philosophy of life and universe were based on the concept of "khudi". This article covers all the literary works in the Urdu literature of Amin Hazin Sialkoti.

Key Words: Amin Hazin, Iqbal, Poetry, Concept of Khudi, Sialkot.

امین حزیں (۱۸۸۲-۱۹۶۸ء) سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام خواجہ محمد مسیح پال ہے۔ سکچ مشن سکول سیالکوٹ میں انہیں مولوی میر حسن جیسے استاد سے اکتساب فیض کا موقع ملا۔ مولوی صاحب کی تربیت نے ان کے شعور کو اجاگر کیا۔ ان کی ملازمت کا بیشتر حصہ گلگت میں انڈین پولیٹیکل سروس میں گزرا۔ ۱۹۳۹ء میں خان بہادر کا خطاب پا کر ملازمت سے سبکدوش ہوئے اور اپنے آبائی شہر سیالکوٹ میں سکونت اختیار کی۔^(۱) ۱۹۰۲ء میں ان کی پہلی غزل لکھنؤ کے ”پیام یار“ رسالے میں چھپی اور اس کے بعد شعر و شاعری کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ابتداء میں مولانا ظفر علی خاں اور مولانا جواہر کے رنگ سے متاثر تھے بعد ازاں حضرت علامہ اقبالؒ کو پسند کرنے لگے اور یہ رنگ ایسا بھایا کہ پھر کسی اور کا نقش نہ جم سکا۔ امین حزیں کا کلام برصغیر پاک و ہند کے مختلف ادبی رسائل میں چھپتا رہا جن

میں ”پیام یار“، ”محزن“، ”ساقی“ اور ”ہمایوں“ قابل ذکر ہیں۔^(۲) امین حزیں کا پہلا شعری مجموعہ ”گلہانگِ حیات“ ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا۔ دوسرا شعری مجموعہ ”نوائے سروش“ الفیصل ناشران و تاجران ادارے نے شائع کیا۔ تیسرا مجموعہ ”کلام“ ”سرودِ سرمدی“ بھی الفیصل ناشران و تاجران ادارے نے شائع کیا۔ امین حزیں کی شاعری کے آٹھ مسودے ابھی تک شائع نہیں ہو سکے۔ یہ آٹھوں مسودے ان کے عزیز واقارب کے پاس موجود ہیں۔ امین حزیں کے ہزاروں کی تعداد میں مشاہیر کے نام خطوط بھی محفوظ ہیں۔ اردو ادب کے محققین کے لیے یہ شعری و نثری فن پارے قیمتی سرمایہ ہیں۔

امین حزیں ایک مشاق اور قادر الکلام سخن ور تھے۔ انہوں نے تقریباً ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ انہیں اردو، عربی، ہندی، سنسکرت، انگریزی، پشتو اور دیگر علاقائی زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔ ان کے کلام کو گل و بلبل، لیلیٰ و مجنوں، وامق و عذرا اور شبِ بھراں کے افسانہ ہائے دراز سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ خدائے بزرگ و برتر کی عظمت اور رسول کی عقیدت کا ان کی زندگی اور شاعری پر گہرا اثر تھا۔ نظم میں اقبال اور غزل میں غالب کے پیروکار تھے۔ امین حزیں کی شاعری میں جوشِ بیان، وحدتِ فکر اور رفعتِ تخیل کا عمدہ تناسب و توازن ملتا ہے۔ آپ نے زیادہ تر اخلاقی قومی اور ملی کے موضوعات کو اپنی شاعری میں پیش کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ حسن، خودی، عقل و عشق، تصویرِ ابلیس، عورت اور فلسفہ ایمان کو بھی اپنی شاعری میں موضوع بنایا ہے۔

اقبال کی طرح امین حزیں کے فلسفہ حیات اور کائنات میں تصورِ خودی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ آپ فقر و خودی کو انسانی معراج کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک عرفانِ ذات کا حصول خودی کے طفیل ہی ہے۔ اگر خودی مغلوب و مقہور ہو گئی تو انسانی تشخص ختم ہو جاتا ہے۔ ان کی ایک مکالماتی نظم ”خودی خدائے خودی کے حضور میں“ کے آخری بند میں خودی کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

خودی وہ جذبہ بے اختیار ذاتی ہے

ازل سے جس سے حفاظت ہے ذات کی مقصود

غور کہتے ہیں جس کو خودی کا ہے ہمزاد

مگر وہ لغو سراپا یہ سر بسر محود

اخوت اور سلامت روی خودی کا شعار

مثال مہر جہاں تاب اس کا ذوق نمود

خودی نے جس کو نوازا وہ بالکمال ہوا

خودی سے قوموں کا اقبال لازوال ہوا^(۳)

”گلہانگِ حیات“ میں ایک جگہ پر خودی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

قدیم و قائم و قیوم و قادرِ مطلق

تری جناب میں حاضر ہے فخر و ناز ترا

وہی فرشتوں کی مسجود خود ہے سر بہ سجود

جسے ملا تھا سر و پائے علم الاسما

نہیں ہے اہل ہی جب جبرئیل کیا جانے؟

مرے خیال کی کاوش دماغ کا سودا

خودی کی اصل اگر تیرا نور ہے یارب

خودی بری ہو تو کس کا قصور ہے یارب^(۴)

امین حزیں کا تصورِ عشق و عقل بھی اقبال سے ملتا جلتا ہے۔ ان کے نزدیک عقل زندگی کی راہ گزر پر انسان کے لیے روشنی فراہم کرتی ہے۔ آنکھوں کے لیے نور مہیا کر سکتی ہے لیکن دل کے اندر روشنی فراہم کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں بصیرت یا عشق ہر جگہ مشعل راہ ثابت ہوتا ہے۔ امین کے کلام میں عشق مجازی اور عشق حقیقی دونوں افکار کا فرما نظر آتے ہیں۔ عشق کے حوالے سے نظم ”آتش شوق“ سے کچھ اشعار پیش کئے جاتے ہیں:

آتش شوق فرشتوں کی تمنائے عزیز

شوق کی آگ نے ہی خاک کو بخشی ہے تمیز

آتش شوق سے ہے جو ہر ہستی کی نمود

زندگی نام ہے جس کا ہے یہی چیز وہ چیز

آتش شوق ہی دراصل ہے گلزارِ خلیل

آتش شوق کو دیتا ہے ہوا جبرائیل

آتش شوق کے قائل کی جزا جلوہ طور

آتش شوق کے منکر کی سزا موجہ نیل^(۵)

حسن کی جھلک امین حزیں کے لیے باعث کشش ہے۔ چاہے وہ حسن عورت کا ہو یا مناظرِ فطرت کا۔ ان کی نگاہ حسن کے نظاروں کا جائزہ لیتی ہے اور ان سے لطف اندوز ہوتی ہے۔ اس حوالے سے ان کی نظم ”نگاہِ شوق“ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

تکست کھا نہیں سکتی نگاہِ شوق کبھی

ہزار پردوں میں مطلوب چھپ کے جا بیٹھے

اسی کا نام امین ہے کمال جذبہ شوق

کھنچا ہوا کوئی پہلو میں خود سے آ بیٹھے^(۶)

حسن کے حوالے سے ان کی نظم ”جمال ہم نشیں“ کے اشعار بھی قابلِ توجہ ہیں:

ہوں نئے کہ بت پرانے نہیں کچھ بگاڑ سکتے

مرے غزنوی کا جب تک ہے دل و جگر حجازی

یہ فروغِ شمع محفلِ یہ اجالا مہر تاباں

بجدا میں ہے فیضِ عملِ نفسِ گدازی^(۷)

ہر بڑے شاعر کی طرح امین حزیں بھی فطرت کے شائق ہیں۔ ان کی نظر قدرت کے مختلف مناظر کو پسند کرتی اور ان کے حسن سے متاثر ہوتی ہے۔ حبیب کیفوی اس حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

امین حزیں کی زندگی کی تینتیس بہاریں کشمیر اور گلگت کی گل بیڑ و گل ریز وادیوں میں بسر

ہوئی تھیں۔ فطرت کے دلاویز مناظر ہر وقت ان کے سامنے رہے تھے اور وہ ان سے لطف

اندوز بھی ہوتے رہے تھے۔ اس لئے یہ ممکن نہ تھا کہ رنگین نظاروں کی عکاسی نہ کرتے۔^(۸)

ان کی بہت سی نظموں میں حسین مناظر کی دلکش تصویر کشی موجود ہے۔ ”کوہستانِ قراقرم کی ایک وادی“، ”کشمیر کی صبح بہار“ اور ”حسن کی رت“ دادِ طلبِ نظمیں ہیں۔ ان نظموں کے علاوہ ”گلپانگِ حیات“ اور ”سرودِ سرمدی“ میں شامل ان کی متعدد نظمیں فطرت سے ان کے لگاؤ اور دل بستگی کی غماز ہیں۔ امین حزیں فطرت کو

انسان کے مدِ مقابل سمجھتے ہوئے اسے مسخر کرنے پر زور دیتے ہیں۔ وہ کائنات کے رازوں کو جاننے کے متمنی ہیں۔
تسخیرِ فطرت کے حوالے سے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

بیتابی نظر کو تلاش سکوں نہیں
اک جذبہ عمل کا محرک جنوں نہیں
اک جوہر لطیف ہے میری نگاہ میں

میں جس کی تاک میں ہوں وہ صید زبوں نہیں^(۹)

امین حزیں نے اپنی شاعری میں جن بنیادی مسئلوں پر غور و فکر کیا ہے ان میں زمان و مکاں کے حوالے سے مختلف تنقیدی نظریات ملتے ہیں۔ اس حوالے سے ان کی نظم ”دنیا بدلتی جائے گی“ کے اشعار ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں:

آپ بدلیں یا نہ بدلیں یہ بدلتی جائے گی
دنیا بدلتی جائے گی
اپنے ہی بچوں کو یہ ناگن ٹگتی جائے گی
زید و عمرو بکمر کوئی ہو کسی کی بھی نہیں
دنیا میں دنیا میں
سب کی چھاتی پر یہ ظالم مونگ دلتی جائے گی
دنیا بدلتی جائے گی^(۱۰)

تصورِ زمان و مکاں کے حوالے سے ان کی نظم ”وقت اے وقت تجھ سے بھر پیا“ بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔
امین حزیں کی شاعری میں عموماً اور نظموں میں خصوصاً مردِ مومن اور انسان کا ذکر جابجا ملتا ہے۔ کبھی وہ مقامِ مردِ مومن طے کرتے نظر آتے ہیں تو کبھی انسان کا شاندار مستقبل دکھاتے ہیں۔ ”مقامِ مردِ مومن“ امین حزیں کی ایک شاہکار نظم ہے جس میں وہ مختلف استعاروں مثلاً ”رند“، ”جام اور عنقا جیسی تراکیب استعمال کرتے ہوئے مردِ مومن کا مقام متعین کر رہے ہیں
مردِ مومن کا ہے مقام الگ
مہر و حدت کا ہے نظام الگ

اس ”خدا مست رند“ کی واللہ

مے الگ ہے خم الگ ہے جام الگ^(۱۱)

ایک جگہ پر نظم ”مومن“ میں مومن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

ایمان ہے مومن کا ایمان ہے مومن کا

حق کیشی و حق کوشی حق بنی و حق گوئی

اک شان جمالی ہے اک شان جلالی ہے

تدبیر خدا مومن تقدیر خدا مومن

پیتا ہے پلاتا ہے جیتا ہے جلاتا ہے

مومن میں نہیں رکھی پرویزی و چنگیزی

عالم کے لیے رحمت لاریب وجود اس کا

اعجاز ہیں مومن کے انداز دل آویزی^(۱۲)

امین حزیں نے مرد مومن کے ساتھ ساتھ اپنی شاعری میں انسانی عظمت کی بات بھی کی ہے اپنی نظم

”انسان“ میں انسانی عظمت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فرشتے شوق سے لینے لگے ہیں نام ترا

اب ان کی آنکھ سے اوجھل نہیں مقام ترا

جال کس کی ہے اتنی کہ تیرے منہ آئے

بلا سکوت، قیامت بکف کلام ترا

تری نمود کی فطرت بھی ہو گئی قائل

تو ہی امام ہے کوئی نہیں امام ترا^(۱۳)

امین حزیں انسانی زندگی میں یقین کی اہمیت کو کبھی نظر انداز نہیں کرتے بلکہ اگر کہا جائے کہ وہ ایمان

کے مبلغ ہیں تو بے جا نہ ہو گا۔ نظریہ ایمان کی وہ اپنی شاعری میں جگہ جگہ تبلیغ کرتے نظر آتے ہیں۔ اپنی نظم ”یقین“

میں بھی وہ اسی نکتے کی وضاحت کرتے نظر آتے ہیں:

طلم شاہد و شہود۔ فروغ حسن کی نمود۔ سر نیاز کے سجود

یقین کا ظہور ہیں ظہور ہیں یقین کا
 جمال کیا جمیل کیا۔ کلیم کیا خلیل کیا۔ بیان کیا دلیل کیا
 یقین کا سرور ہیں سرور ہیں یقین کا
 یقین مکان ولا مکان یقین روح انسان و جاں یقین حیات جاوداں
 یقین می طہور ہے می طہور ہے یقین^(۱۴)

اقبال کی طرح امین حزیں کے نزدیک بھی بدی یا شر انسانی فطرت کا ایک جزو لاینفک ہے۔ یہ ایک ایسی
 محرک قوت ہے جو انسان کو جہدِ حیات میں عمل پر اکساتی ہے۔ دنیا میں شر کی نمائندگی ابلیس کرتا ہے۔ ابلیس امین
 حزیں کی نظموں کا ایک متحرک کردار ہے۔ ”شکوہ شیطان“ امین حزیں کی ایک مکالماتی نظم ہے جس میں شیطان اللہ
 تعالیٰ کے حضور عرض کرتا ہے:

جو اپنے ذمہ لیا تھا میں نے وہ کام انجام پا چکا ہے
 ترا ”خلیفہ“ تجھے ہی پروردگار دل سے بھلا چکا ہے
 مرا تو کیا ذکر خود تری ذات پاک ہی کا ہوا ہے مگر
 جسے تو کہتا ہے اپنا بندہ وہ ہاتھ سے تیرے جا چکا ہے
 یہ تیرے خاکی الہی توبہ غضب کے بے باک ہو گئے ہیں
 جو میرا فن تھا یہ اس میں مجھ سے بھی بڑھ کر چالاک ہو گئے ہیں^(۱۵)

اقبال کی طرح امین حزیں سیالکوٹی مغربی تہذیب کے مخالف تھے۔ وہ چاہتے تھے امتِ مسلمہ اسلامی
 تہذیب و تمدن کی پیروی کرے تاکہ دین و دنیا میں کامیاب و کامران ہو۔ امین حزیں اپنی شاعری میں جگہ جگہ
 تہذیبِ مغرب کو تنقید کا نشانہ بناتے نظر آتے ہیں:

تہذیبِ فرنگ ہے سکوں سوز
 اللہ اس آگ سے بچائے!
 بد بخت بلا کی ہے بد آموز
 اس کا نہ کوئی فریب کھائے!
 ہر لمحہ عزیز اپنا ہی سود!

ہر لحظہ مفادِ خویش در پیش!

ہر وقت زباں پہ مدحِ اپنی

تہذیبِ فرنگ ہے ”عدو کیش“

بد بخت ہے خود غرضِ بلا کی

اسلام ہدف ہے ”ناسزا“ کا

یہ چاہتی ہے۔ یہی نعوذ باللہ

مٹ جائے جہاں سے گھر خدا کا^(۱۳)

امینِ حزیں مذہبی آدمی ہیں۔ انہیں مذہب سے بہت محبت ہے۔ اپنی شاعری سے وہ رشد و ہدایت کا کام بھی لیتے ہیں۔ انہیں برائی سے نفرت ہے اور نیکی سے پیار ہے۔ وہ اپنی شاعری میں جگہ جگہ خدائے بزرگ و برتر سے ڈرنے کی ہدایت کرتے نظر آتے ہیں۔ انہیں یقین کامل ہے کہ خوفِ خدا سے انسان راہِ راست پر آسکتا ہے:

کج کلاہی جہاں نہیں چلتی!

شانِ شاہی جہاں نہیں چلتی!

عذر خواہی جہاں نہیں چلتی

ایسی سرکار کے غضب سے ڈرو!

ذاتِ جبار کے غضب سے ڈرو!

گلشنِ ہست و بود کے لالے!

عیش و عشرت کی گود کے پالے!

تیرے سینے کے داغ ہیں

دھوا نہیں آنسوؤں کی شبنم سے، چاہتا ہے نجات اگر غم سے

سب کی منزلِ لحد ہے تربت ہے کیا خبر کب کس کی نوبت ہے؟ آج فرصت ہے آج فرصت ہے!

رات دن ڈینگ مارنے والو!

ذاتِ جبار کے غضب سے ڈرو!^(۱۴)

امین حزیں کی شاعری وجدان جیسے موضوع سے بھری پڑی ہے۔ ان کے نزدیک دنیا میں روشنی صرف اور صرف وجدان کی وجہ سے ہے اور وجدان کا انسانی عظمت میں اہم کردار ہے۔ وجدان کے حوالے سے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

دیکھا ہے تصور میں اک مست تغافل کو
کوئیل میں نظر آیا گلشنِ دلِ بلبل کو
اک پل میں پہنچتا ہوں میں عرشِ حقیقت تک
جب ایڑہ بتاتا ہوں وجدان کے دلدل کو
وجدان کے شعلے سے دنیا میں اجالا ہے
نام آدمِ خاکی کا اس نے اچھالا ہے
تصویر مکمل ہے وجدان کی رفعت کی
کہتے ہیں نبی جس کو وجدان کا ہمالہ ہے^(۱۸)

خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا کرنا ہر سچے مسلمان کی فطرت ہے۔ امین حزیں ایک سچے اور کھرے مسلمان ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بھی کرتے ہیں۔ مشکل وقت میں اس کے سامنے التجا بھی کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور ذات حاجت روائی نہیں کر سکتی اس لئے امین حزیں فقط اسی ذات کے سامنے سر بسجود ہوتے ہیں:

سر بہ سجدہ در حضور پہ ہوں
ار مغانِ عبودیت لے کر
اے غفور الرحیم حاضر ہوں
لب پہ اقرارِ معصیت لے کر
ایک پتلا خطا و نسیاں کا
عفو کی بھیک رو کے مانگتا ہے
اپنے خونِ جگر کے زمزم سے
نطق کو خوب دھوکے مانگتا ہے^(۱۹)

تیری رحمت ہی وہ سہارا ہے
بحر ہستی کا جو کنارہ ہے
مثل خس بہہ نہ جانوں طوفاں میں
لہریں بے مہر، تیز دھارا ہے^(۲۰)

بے نیازی تری ہے ناز ترا!
وحدت ذات امتیاز ترا

توازل سے ہے رازِ سر بستہ
ہو نہیں سکتا فاش راز ترا^(۲۱)

عشقِ مصطفیٰ ہر مومن کے ایمان کا حصہ ہے۔ اقبال کی طرح امینِ حزیں بھی ایک سچے عاشقِ رسول ہیں۔
ان کی غزلیات اور نظموں میں نعتیہ رنگ دیکھا جاسکتا ہے:

دو عالم سے بالا ہے شانِ محمدؐ
بہ روح محمدؐ بہ جانِ محمدؐ
کلامِ خدا تو ہے وحدت کا دریا
مگر رگنڈر ہے زبانِ محمدؐ
وہی شاخِ طوبیٰ پہ ہیں چھجھاتے
جو بلبل کہ ہیں مدحِ خوانِ محمدؐ
امین کو ہے ”نور علیٰ نور مشعل“
کلامِ خدا و بیانِ محمدؐ^(۲۲)

امینِ حزیں کی نظموں میں ایسی بے شمار نظمیں بھی موجود ہیں جو قومی و ملی نظموں کے زمرے میں شامل ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر انور سدید اس حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

اقبال کی نظموں کی مقبولیت سے متاثر ہو کر متعدد شعراء نے غزل کے ساتھ ساتھ نظم نگاری کی طرف توجہ دی۔ شوقِ قدوائی، بے نظیر، شاہ وارثی، امجد حیدر آبادی، تاجور نجیب آبادی

ہری چند اختر، اتر صہبائی، طالب بنارسی، اوج گیاوی چند اور امین حزیں ایسے شاعر ہیں جنہوں نے مناظرِ فطرت، تہذیبی زندگی اور قومی مسائل پر اچھی نظمیں پیش کیں۔^(۲۳)

امین حزیں نے اپنی شاعری میں اپنے مفکرانہ انداز کے ساتھ تغزل کو بھی قائم رکھا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعرانہ معنی آفرینیوں سے تقریباً تمام علامات اور شعری روایات کے مفہوم کو بدل دیا ہے۔ ان کے یہاں گل و بلبل، زلف و رخسار، جام و ساقی، عشق و محبت کا شاعرانہ تصور اور ان کی جذباتی کیفیات بالکل مختلف ہیں۔ اس حوالے سے اشعار ملاحظہ ہوں:

دل کی پیتا بیوں کے عالم کا

زندگی نام رکھ دیا کس نے^(۲۴)

جن نگاہوں میں ہے سرور جہاں

چچ ہے ان کے آگے میخانہ^(۲۵)

پیار ہوتا ہے جس سے اے پیارے

اس کو ہی بار بار دیکھتے ہیں^(۲۶)

کیا یہی دل ہے؟ جس کو پہلو میں

ہم امیں بے قرار دیکھتے ہیں^(۲۷)

حسن کی مٹھی میں دل ہو تو غزل ہوتی ہے

سوز سے موم یہ سل ہو تو غزل ہوتی ہے^(۲۸)

امین حزیں کو غزل کے فن پر عبور ہے۔ وہ شعریت اور ادبیت کو اپنے مقصد پر قربان نہیں کرتے۔ جذبات کی فراوانی، تخیل کی بلند پروازی، وارداتِ قلبی کی اثر انگیزی اور اندازِ بیان کی کرشمہ سازی امین کے اشعار میں بدرجہ اتم موجود ہے:

نفس کے سوزِ دروں سے شرار پیدا کر

جگر کی آگ سے بلبل بہا پیدا کر

تری نوا میں تڑپ بجلیوں کی لہرائے
نگاہ شوق دلِ بیقرار پیدا کر^(۲۹)
وہ چشمِ مست سے کیا مسکرائے جاتے ہیں
میں حیات کے ساغر پلائے جاتے ہیں
وہ ڈال کر مری آنکھوں میں آنکھیں کہتے ہیں
دلوں کے ساز کے یوں سر ملائے جاتے ہیں^(۳۰)

تیر فزا پر دہ رنگ و بو ہے!
ادھر میں ہی میں ہوں ادھر تو ہی تو ہے!
مجھے دیکھتا ہے تو کیا میں نہ دیکھوں
ترے دیکھنے کی بڑی آرزو ہے
تری ہی قسمِ ذرے ذرے کے لب پر
ترا تذکرہ ہے تیری گفتگو ہے
پھڑک جائیں گے جس کو سن کر فرشتے
ابھی میرا وہ نغمہ زیرِ گلو ہے^(۳۱)

امین حزیں کی شاعری میں پابندِ نظم، قطعات، رباعیات، غزلیات کے ساتھ ساتھ گیت نگاری کے عناصر بھی موجود ہیں۔ ان کی بعض نظمیں موضوع اور ہیئت کے اعتبار سے گیت معلوم ہوتے ہیں۔ بعض نظموں کا عنوان ہی گیت کے نام سے دیا گیا ہے جیسے ”سرودِ سرمدی“ شعری مجموعے کی ایک نظم کا عنوان ”ماورائی نگاہ کا ایک اچھوتا گیت“ ہے۔

امین حزیں کے گیتوں کی موسیقیت اور ہندی الفاظ کی مٹھاس قارئین کے دلوں پر جادو جیسا اثر رکھتی ہیں:

”بے کاجل کے نین ریلے“
ہیں تیری دبد میں گیلے
تیری ہی کارن تو راہی
ان کے سندر گال ہیں پیلے

تو سکھ پائے یہ دکھ جھیلیں
 تو بن کر اگنی سے کھیلیں
 اس جوتی کا دیپ ہے تو ہی
 اس موتی کا سیپ ہے تو ہی
 فطرت کے او ”نور العین“
 ”اوپلے اور بھولے راہی“
 جاگ رہے ہیں تیرے کارن
 سکھ ہی سکھ ہیں ان کے درشن
 تو کیا جانے جاگ رہے ہیں
 من موہن کے سندرین
 ”اوپلے اور بھولے راہی“ (۳۲)

امین حزیں نے اردو شاعری کا مطالعہ اقبال اور غالب کے کلام سے شروع کیا اور وہ ان دونوں بزرگوں
 سے عقیدت رکھتے تھے۔ ان کا کلام شوق سے پڑھتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں جہاں اقبال کا اثر ملتا ہے
 وہاں غالب کے رنگِ سخن کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ غالب کے رنگ کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

ہم نشیں تم ہی کہو کس سے خفا ہو جائیے؟
 اپنے ہاتھوں آپ کیوں وقفِ بلا ہو جائیے؟
 بیت جائے کچھ بھی عاشق پر وہ کہہ سکتا نہیں
 جائیے ہو جائیے مجھ سے خفا ہو جائیے (۳۳)

محمل کی اوٹ میں لبِ لیلیٰ شفق فروش
 دشتِ جنوں میں قیس ہے غوغا لیے ہوئے
 اک تو کہ بے حجاب نہ ہونا تری ادا
 اک میں کہ شوقِ دید کی دنیا لیے ہوئے
 اک تو کہ اپنے حسن کی ہے آپ ہی دلیل

اک میں کہ تیرے عشق کا دعویٰ لئے ہوئے

اک تو کہ تیری مست نگاہوں میں میکدے

اک میں کہ لب پہ حریت صہبا لئے ہوئے^(۳۴)

امینِ حزیں اپنی ساری زندگی اپنے آپ کو اقبال کے معنوی شاگرد کہتے رہے۔ یہ شاگردی کی ہی وجہ ہے کہ امینِ حزیں کے موضوعات اور رنگِ سخن پر اقبال کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں۔ اقبال کے انداز کی جھلک چند اشعار میں ملاحظہ ہو:

پیتا ہے پلاتا ہے جیتا ہے جلاتا ہے

مومن میں نہیں رکھی پرویزی و چنگیزی

عالم کے لیے رحمت لاریب وجود اس کا

اعجاز ے ہیں مومن کے اندازِ دل آویزی^(۳۵)

نہ دے خوشی سے میری عرض کا جواب نہ دے

یہ ”بے رخی“ کا مگر بزم میں عذاب نہ دے

اہل! اذوق سماعت کی آبرور کھنا

جواب دے تو کوئی ہو کے بے نقاب نہ دے^(۳۶)

امینِ حزیں کی طبیعت پر غالب رنگِ اقبال کا تھا مگر اس کے باوجود امینِ حزیں نے بعد میں اپنے لئے اقلیمِ سخن میں نئی راہیں بھی تلاش کیں اور نئے افکار سے اپنے اشعار کو مزین کیا جس سے ان کے شاعرانہ کمال اور ناموری میں اضافہ ہوا۔ امینِ حزیں سیالکوٹی نے اردو شاعری کے دامن میں وسعت پیدا کی۔ ان کی غزلیات، منظومات، قطعات، رباعیات، گیت اور دیگر اصنافِ سخن کی تعداد ہزاروں میں ہے اور یہ تعداد معیار کے لحاظ سے بھی کسی طور پر کم نہیں۔ ان کی شاعری کا اپنا بھی ایک الگ اندازِ سخن ہے جو اپنی پہچان رکھتا ہے۔ امینِ حزیں سیالکوٹی کو ناقدینِ ادب نے نظر انداز کیا وہ گمنامی کے پردوں میں مستور ضرور ہیں لیکن ان کا شعری سرمایہ آج بھی ان کی شناخت کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ ندیم احمد خان، ”سرگزشت“ مشمولہ ”نوائے سروش“ از امین حزیں، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران، ۲۰۰۰ء، ص: ۵
- ۲۔ ایضاً، ص: ۶، ۷
- ۳۔ امین حزیں، ”گلبنگِ حیات“، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران، ۲۰۰۶ء، ص: ۸۱
- ۴۔ ایضاً، ص: ۸۰
- ۵۔ ایضاً، ص: ۱۱۷
- ۶۔ ایضاً، ص: ۱۲۶
- ۷۔ ایضاً، ص: ۱۰۱
- ۸۔ امین حزیں، ”سرورِ سرمدی“، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران، ۲۰۰۶ء، ص: ۱۵
- ۹۔ حبیب کیفوی، ”امین حزیں۔ عبدالمسیح پال“ مشمولہ ”اقبال ریویو“، ص: ۷۰
- ۱۰۔ امین حزیں، ”سرورِ سرمدی“، ص: ۳۲
- ۱۱۔ زمین حزیں، ”گلبنگِ حیات“، ص: ۶۹
- ۱۲۔ ایضاً، ص: ۱۹۹
- ۱۳۔ ایضاً، ص: ۱۲۵
- ۱۴۔ ایضاً، ص: ۱۲۰
- ۱۵۔ ایضاً، ص: ۱۵۱
- ۱۶۔ امین حزیں، ”سرورِ سرمدی“، ص: ۲۳
- ۱۷۔ ایضاً، ص: ۱۵
- ۱۸۔ امین حزیں، ”گلبنگِ حیات“، ص: ۱۳۴
- ۱۹۔ امین حزیں، ”سرورِ سرمدی“، ص: ۴۴
- ۲۰۔ ایضاً، ص: ۴۷
- ۲۱۔ ایضاً، ص: ۴۸

- ۲۲۔ ایضاً، ص: ۳۲
- ۲۳۔ ڈاکٹر انور سدید، ”اردو ادب کی مختصر تاریخ“، لاہور، ایچ پبلشرز، اپریل ۱۹۹۶ء، ص: ۳۳۷
- ۲۴۔ امین حزیں، ”گلہانگِ حیات“، ص: ۱۸۱
- ۲۵۔ ایضاً، ص: ۲۸
- ۲۶۔ ایضاً، ص: ۱۹۷
- ۲۷۔ ایضاً، ص: ۱۹۷
- ۲۸۔ امین حزیں، ”سرودِ سرمدی“، ص: ۳۹
- ۲۹۔ امین حزیں، ”نوائے سروش“، ص: ۹۶
- ۳۰۔ ایضاً، ص: ۹۸
- ۳۱۔ امین حزیں، ”گلہانگِ حیات“، ص: ۱۸۸
- ۳۲۔ امین حزیں، ”سرودِ سرمدی“، ص: ۸۷
- ۳۳۔ ایضاً، ص: ۴۹
- ۳۴۔ امین حزیں، ”گلہانگِ حیات“، ص: ۲۰۲
- ۳۵۔ ایضاً، ص: ۱۲۵
- ۳۶۔ امین حزیں، ”سرودِ سرمدی“، ص: ۹۲